ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.3(2023)
(October to December)

سید عدیدؔ کی غزلیات کا موضوعاتی مطالعہ

A Thematic Study of Syed Adeed's Ghazal

ڈاکٹر عنایت مرتضیٰ شہزاد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد
نعمت اللہ
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد
محمد قیصر
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد

Dr. Enayat Murtaza Shahzad
Assistant Professor, Department of Urdu,Muslim Youth University, Islamabad
Naimat Ullah
Ph.D Urdu Scholar, Department of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad
Muhammad Qaisar
Ph.D Urdu Scholar, Department of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad

Abstract:
Colors of love can be seen in Syed Adeed's words. He has a loving disposition. His curious eyes are looking for beauty and love, color, beauty, freshness and energy. He has also made instability a theme in his poetry. He highlights the evils in the world and exhorts people to avoid these evils through his words. His poetry is a poetry of many layers and dimensions. His personality, which is under the grip of different external and internal seasons, is reflected in the many colors of his poems. In his words, loneliness, despair, regret and migration. His poetry is a natural expression of feelings and a reflection of personal experiences and surrounding environment-

Keywords: Syed Adeed, disposition, theme, highlights, layers, dimensions, reflection,migration, reflection.

سیّد عدیدؔ کے کلام میں محبت کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہ عشق آشنا مزاج رکھتے ہیں۔ ان کی تجسس آمیز نگاہیں حسن و محبت، رنگینی و رعنائی اور تازگی و توانائی کی متلاشی رہتی ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی شاعری میں بے ثباتی کو موضوع سخن بنایا ہے۔ وہ گرد و پیش میں ہونے والی برائیوں کو اجاگر کرتا ہے اور اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کو ان برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ اُن کی شاعری کئی پرتوں اور جہتوں کی شاعری ہے۔ ان کی ذات جو مختلف خارجی اور داخلی موسموں کے حصار کی گرفت میں ہے اس کا عکس

آپ کے شعروں کے کئی رنگوں میں دکھتا ہے۔ ان کے کلام میں تنہائی، مایوسی، حسرت اور ہجر و وصال کے قصے ہیں۔ ان کے کلام میں احساسات کا فطری اظہار ہے۔ ان کا کلام ذاتی تجربات اور ارد گرد کے ماحول کا عکاس ہے۔

حقیقی معنوں میں غزل کی شاعری وہ ہے جس سے ہمیں درد بھری اور آنسوؤں سے ڈوبی ہوئی آواز سنائی دے۔ غزل کا بنیادی یا لغوی مفہوم جو بھی ہو ایک صنف شاعری کی حیثیت سے مضامین اور اسالیب دونوں میں اس سے زیادہ وسعت اور تنوع کا امکان کسی دوسری صنف میں نہیں۔ غزل اُردو کی مقبول ترین صنف سخن ہے۔ اس کی صنفی شناخت کا دارومدار اس کی مخصوص ہئیت پر ہے۔ ایک عرصے تک غزل حسن و عشق کی کیفیات اور جذبات کے اظہار کے لیے ایک موثر ترین وسیلہ سمجھی جاتی ہے، لیکن یہ ایک موضوع میں بندھ کر کبھی نہیں رہی۔ ہر طرح کے خیالات کے اظہار میں اس نے اپنی قوت کا لوہا منوایا۔ عہد جدید میں غزل جس طرح کا موضوع تنوع پیش کر رہی ہے۔ اس کے پیش نظر اس کی وسعت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یوں یہ بات طے ہے کہ یہ صنف صرف اپنی ہئیت کی بنا پر پہچانی جا سکتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ چند باتیں اس کی صنفی تشکیل میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ تمام اصناف سخن میں غزل قدیم ترین صنف ہے۔ غزل کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں بہت سے خیالات ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں جو کہ قارئین کو محظوظ کرتے ہیں جہاں تک قافیہ اور ردیف کا تعلق ہے یہ غزل میں موسیقیت کا تاثر پیدا کرتے ہیں جس سے غزل میں دلچسپی بڑھتی ہے۔ غزل قدیم صنف ہے مگر اس کی تر و تازگی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی۔ غزل کے حوالے سے شمیم احمد یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

> ''اگر اردو شاعری کبھی زندہ رہی تو غزل کے ساتھ ہی رہے گی۔ لوگ چاہے کتنے ہی دعوے کیوں نہ کریں اور نظم میں چاہے جتنا بڑا ذہن چلائیں لیکن جب آدمی تنہائی میں شعر گنگنائے گا تو وہ غزل کا ہو گا نظم کا نہیں ہو سکتا۔ چند سال بعد نظم کے مارے ہوئے لوگ اس بات کا اعلان کر ہی دیں گے یہ زبان بھی بہت بیہودہ ہے لیکن اگر یہ زبان اس کے بعد زندہ رہی تو اس میں غزل کے شعر گونجتے ہی رہیں گے۔''(۱)

آج کی غزل جس مقام پر کھڑی ہے اس کے پیچھے صدیوں کا سفر موجود ہے جس نے غزل کو الگ شناخت فراہم کی ہے۔ نت نئے جہانوں کا کھوج اور رنگا رنگی نے غزل کو وسعت بخشی ہے۔ ہر شاعر کا اپنا ایک الگ فکری میدان ہوتا ہے جس کی وسعت میں اضافہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ غزل کی وسعت کے سلسلے میں ڈاکٹر معین الرّحمٰن کی رائے یہ ہے:

> '' غزل ، غزل ہونے کے علاوہ ایک انداز فکر ، ایک اصول تلخیص ،ایک سلیقہ اظہار بھی ہے۔ چنانچہ اردو شعر و ادب میں جتنی اصناف اور اصناف میں جتنے انداز ملتے ہیں غالباً کسی دوسری زبان میں نہیں ملتے۔ اردو شعر و ادب میں غزل کا درجہ ام الاسالیب کا ہے۔'' (۲)

سیّد عدیؔد آزاد غزل کے شاعر ہیں۔ ان کے ہاں معتدل لہجہ پروان چڑھتا ہے۔ سیّد عدیؔد اردو غزل کے حوالے سے نمایاں پہچان رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری عصری صداقتوں کو سامنے لاتی ہے۔ انسانی حیات اور کائنات کے معاملات کو وہ بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنا الگ اور منفرد اسلوب رکھتے ہیں سیّد عدیؔد کے اسلوب کے حوالے سے فوزیہ اشرف لکھتی ہیں:

> ''ان کا اسلوب ان کی شاعری کو منفرد کرتا ہے اس کی وجہ شاید ان کی نازک طبع ہے۔ لطیف جذبات و احساسات ان کی شاعری کا خاصہ ہیں۔ اور اس کے باوجود ان کی شاعری میں جوش و

ولولہ کا فقدان بھی نہیں ہے ان کی شاعری سے محسوس ہوتا ہے کہ ان میں شاعری کا مادہ فطری ہے اور ہر معتدل انسان کی طرح وہ بھی عشق و محبت کے حادثے سے گزرے ہیں۔ وضاحت، موسیقیت، روانی اور زورِ کلام کے لحاظ سے وہ اپنا جواب نہیں رکھتے۔" (۳)

سیّد عدیؔد کی شاعری علمی، ادبی اور تہذیبی روایات سے بھری پڑی ہے۔ اس کی شاعری ہماری ادبی دنیا میں ہی آباد ایک ہنستی بستی اور جیتی جاگتی عمارت ہے۔ اس عمارت میں نظم اور غزل دونوں منزلوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وزیر آغا غزل کے بارے میں یوں کہتے ہیں:

"غزل جذبے کی اساس پر استوار ہے لیکن جذبے سے قطع تعلق کیے بغیر تخیل کی عارضی جست کا منظر پیش کرتی ہے۔ جذبے کی تہذیب کا یہ عمل غزل کے تینوں اہم موضوعات یعنی آزاد روی کا رجحان، تصوف اور عشق میں موجود ہے۔" (۴)

سیّد عدیؔد کے ہاں شاعری کا محرک ارد گرد کے حالات ،رنگ بدلتے مزاج، منافقت، اقتدار کی ہوس، مفاد پرستی، لالچ، معاشرتی ناانصافی، مفلسی، بے بسی، ظلم اور حاکموں کی ستم ظریفی جیسے موضوعات ہیں۔ ان کی غزل عشق ، محبت، تصوف، وطن دوستی، عظمت، انسان، احساس فنا، ظلم و جبر، وعظ و نصیحت، اہمیت کردار، بھوک اور عہد حاضر کے المیوں سے خوب آشنا ہے۔ ان کی آرزو کہیں بلند آہنگ اختیار کرتی ہے تو کہیں دعائیہ صورت اختیار کرتی ہے۔ خواہشات کے اظہار کا ذریعہ دعا بنتی ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے دعائیں کرتا ہے۔ سیّد عدیؔد کی غزل میں اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا کی کثرت ہے۔ اس حوالے سے ان کا شعر ملاحظہ کریں: ؎

بھولے ہوئے آہو کو دکھا راہ حرم بھی
ہر گام پہ جس راہ پہ ہوا تیرا کرم بھی (۵)

سیّد عدیؔد دعائیہ انداز میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طلب گار ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ مجھے سیّدھا راستہ دکھا جس راستے پہ چل کے میں تیرا فضل و کرم حاصل کر سکوں۔ ایک اور شعر میں سیّد عدیؔد اللہ تعالیٰ سے اپنے فضل و کرم کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں:

در پر جو تیرے آیا ہوں لوٹانا نہ مجھ کو
پر پیچ گزرگاہوں میں الجھانا نہ مجھ کو (۶)

سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ میرے زندگی میں بہت دکھ ہیں وہ محبوب کے بچھڑنے پر مایوس ہو چکے ہیں اور ہر وقت خدا سے دعا کرتے ہیں کہ میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے کہ میرے دل کے زخم بھر جائیں اور میرے دل کو سکون مل جائے۔ اے میرے اللہ میرے دل کو ان پریشانیوں اور تکلیفوں سے آزاد کر دے۔ بلاشبہ دعا بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ایسے بڑے بڑے کام جو ناممکن لگتے ہیں وہ اکثر والدین، بزرگوں اور نیک لوگوں کی دعاؤں سے ایسے ممکن ہو جاتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا۔ دراصل کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسے مشکل حالات میں بڑوں خاص طور پر ماں کی دعاؤں میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ سیّد عدیؔد ماں کی دعا کی اہمیت کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

وہی تو خوش نصیبی کی بنی ہیں انتہا شاہد
ہر اک مشکل میں جو ماں کی دعائیں ساتھ رہتی ہیں (۷)

ماں کی دعا کے بغیر انسان کی زندگی بے کار ہے۔ انسان کی خوش نصیبی کا دارو مدار ماں کی دعاؤں پر منحصر ہے کوئی شخص دنیا میں ماں کی دعا کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ انسان کتنی ہی مشکل میں کیوں نہ ہو؟ ماں کی دعائیں اسے ہر مشکل اور تکلیف سے بچاتی ہیں۔ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا مالک ہے۔ کائنات میں کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور رضا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ وہ کائنات کی ہر چیز پر قادر ہے۔ سیّد عدیؔد بھی توحید پرستی کے قائل ہیں۔ کائنات کی ہر چیز خدا کے ہونے اور اس کی قدرت کی گواہی دے رہی ہے اس حوالے سے ایک شعر:

ہر شکل میں ہے اپنے مصور کے فن کا حسن
ہر حسن میں ہیں معجزے کتنے خدا کے دیکھ (۸)

سیّد عدیؔد خدا کے مصور ہونے کا بیان بڑے خوبصورت انداز میں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کائنات میں ہر چیز کی خوبصورتی اپنے مصور کے فن کی عکاسی کر رہی ہے۔ خدا کے معجزات پوری دنیا میں جلوہ گر ہیں۔ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے مصور کے فن کا پتہ نہ دے رہی ہو۔ یہ پوری کائنات اپنے تخلیق کار کی عظمت کی گواہی دے رہی ہے اس حوالے سے ایک شعر:

یہ تو کہیں یہ کیسے تخلیق ہو گئی
کہتے ہیں جو کائنات مادہ ہے دوستو (۹)
ہے کون جس کے حکم سے تعمیر ہو گئی
سیّد عدیؔد اتنی بڑی کائنات بھی (۱۰)

سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ یہ میرے رب ہی کی عظمت ہے کہ اس نے اتنی بڑی کائنات بناڈالی اور کسی میں اتنی ہمت اور جرأت نہیں کہ وہ میرے رب کی برابری کر سکے۔ کائنات کا سارا نظام میرے رب کے حکم سے ہی چل رہا ہے۔ یہ پوری کائنات میرے رب کی واحدانیت کی مثال ہے۔ توحید پرستی کے حوالے سے سیّد عدیؔد کا ایک اور شعر:

اور توحید کی میں کیسے گواہی دیتا
اپنی ہستی سے تو انکار کیا ہے میں نے (۱۱)

وہ توحید کی گواہی خدا کی ذات کو برتر و اعلیٰ تسلیم کر کے کرتے ہیں اور اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں اور کس طرح خدا کی واحدانیت کی گواہی دوں؟ حضور اکرمؐ کی اطاعت کے حوالے سے سیّد عدیؔد بتاتے ہیں جو سچا مسلمان ہے وہ آپؐ کی ہر بات پر دل و جان سے ایمان لاتا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے جب اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا تو تمام لوگوں کو ایک مقام پر جمع ہونے کا کہا جب وہ وہاں پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے دشمن کا لشکر تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟ تو جو سچے مسلمان تھے انہوں نے فوراً آپؐ کی بات مان لی۔ حضور اکرمؐ کی اتباع و اطاعت ان کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرنا ہے۔ کائنات کی ہر چیز خدا کے بعد حضور اکرمؐ کے بتائے ہوئے احکامات کی پابند ہے۔ سیّد عدیؔد حضور اکرمؐ کے احکامات کی پابندی کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں:

ان کے احکام کا پابند ہے زمانہ عدیؔد
وہ جو انگلی کے اشارے سے قمر کاٹتے ہیں (۱۲)

سیّد عدیؔد حضور اکرمؐ سے محبت و الفت کا اظہار اپنی شاعری میں جابجا کرتے ہیں۔ حضور اکرمؐ سے محبت والتفات کا جذبہ ان کی شاعری کی صورت میں ہمارے سامنے پیش ہے۔ کہیں وہ حضور اکرمؐ سے محبت کی نسبت سے کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپؐ کا ذکر کرنے سے فلک پہ میری گفتگو ہوتی ہے اور میری شاعری پہ آپؐ کا کرم ہے کہ آپؐ سے محبت کی وجہ سے میرے عدو بھی میری بات سنتے ہیں۔

پورے عالم میں کوئی مثل نہیں ہے جن کی
ذکر ان کا ہو تو کیوں بات نگینے کی رہے (۱۳)

حضور اکرمؐ کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد اعلیٰ وارفع ہے۔ کوئی بھی شخص اس پوری دنیا میں آپؐ کے مثل نہیں اور نہ کوئی آپؐ کی برابری کر سکتا ہے کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی اور نبی کو بھیجنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ اس لیے آپؐ کا حکم ماننا اور پیروی کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ میں تصوف کے مضامین کو اپنی ذات کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس حوالے سے ان کا شعر:

ساقی مری نظر میں یہ جلوے کہاں کے ہیں
کہتا ہوں دل کی بات مگر اک حجاب میں (۱۴)

سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ جو یہ کائنات کے پر کیف نظاروں سے لطف اندوز ہوتا ہوں یہ سب کس کی بدولت ہیں؟ یہ سب میرے رب کا کرم ہے ورنہ میں اس قابل کہاں کہ ان حسین مناظر سے لطف اندوز ہو سکتا۔ میں اپنے احساسات و جذبات کا اظہار اپنے رب سے بڑی رازداری سے کرتا ہوں۔ سیّد عدیؔد خدا پہ بھروسے کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ رکھ کر پختہ عزم کے ساتھ کوئی کام کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے خود بخود وسیلے پیدا کرتا جائے گا اور ہر کام آسان ہو جائے گا۔ اس بات کی تصویر کشی وہ اپنے کلام میں یوں کرتے ہیں:

ہر کام تو عدیؔد بعزم صمیم کر
پیدا کرے گا آپ وسیلے خدا کئی (۱۵)

سیّد عدیؔد اپنے کلام میں بڑے خوبصورت انداز میں خدا پہ یقین کی بات کرتے ہیں۔ نمونہ کلام:

وہی جو میرا خدا ہے سیّد
وہ میری مشکل کو ٹال دے گا (۱۶)

ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی انسان کی مدد کرتا ہے وہ کسی نہ کسی وسیلے سے اپنے بندے کو مشکلات سے بچاتا ہے۔ سیّد عدیؔد اپنی ذات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے اپنے رب پر پورا یقین ہے کہ وہ میری ہر مشکل کو حل کر دے گا اور میرے لیے قدم قدم پر آسانیاں پیدا کر دے گا۔ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ دینی اور دنیاوی تمام معاملات میں رہنمائی کرتا ہے۔ سیّد عدیؔد نے اپنے کلام میں عظمت قرآن کے موضوع کو بھی پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے وہ کہتے ہیں:

مرا عقیدہ کہ قرآن وہ بشارت ہے
جو ضابطہ ہے مکمل ہر اک بشر کے لیے (۱۷)

سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک ہی تمام انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے جو قدم قدم پہ انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی شخص قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں کی پیروی کیے بغیر کامیاب زندگی نہیں گزار سکتا۔ سیّد عدیؔد کی غزل میں محبت کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ محبت کے مضامین پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ ان کی غزلوں میں محبت طاقت اور کہیں محبت زندگی کے لیے جزولازم ہے پھر کہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ محبت کے بغیر انسان ادھورا ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا تصور ممکن نہیں۔ محبت عبادت کی روح ہے۔ محبت ایسا جذبہ ہے جس سے ہر انسان کو بدلا جا سکتا ہے۔ سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ محبت کا جذبہ بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ ساتھ بڑھتا جائے گا یہ مادی دور کسی بھی صورت میں محبت کے جذبے میں کمی نہیں ہونے دے گا:

زمانے کے تغیر سے سنا ہے
محبت کا یہ جذبہ کم نہ ہو گا (۱۸)

محبت کی بدولت ہی انسان دنیا کے ہر قدم پہ فتح سے ہمکنار ہوتا ہے۔ محبت سے ہی انسان دنیا کو تسخیر کر سکتا ہے۔ اس بات کا اظہار سیّد عدیؔد اپنے کلام میں یوں کرتے ہیں:

محبت سے یہ دنیا
کرو تسخیر شاہد (۱۹)

سیّد عدیؔد محبت کو عبادت کا درجہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں محبت عبادت ہے اور وہ ہر انسان سے خلوص دل سے محبت کرتے ہیں کیوں کہ محبت سے ہی کائنات کا نظام چلتا ہے۔ اس حوالے سے ان کا شعر:

کہیں کہیں محبت کی جو بات چلتی ہے
اس کی دم سے مری کائنات چلتی ہے (۲۰)

محبت زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ سیّد عدیؔد نے ان لوگوں کو خوش قسمت کہا ہے جو کسی سے پیار کرتے ہیں:

وہ جن لوگوں کی قسمت میں کسی کا پیار ہوتا ہے
کبھی سیّد عدیؔد اس غم سے گھبرایا نہیں کرتے (۲۱)

سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ جن کی زندگی میں کسی کی محبت اور ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کی تکلیفیں اور غم دیکھ کر پریشان نہیں ہوتے بلکہ اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر بڑی بہادری سے ان تمام حالات کا سامنا کرتے ہیں۔ انسان جب بے لوث ہو کر محبت کرتا ہے تو پھر وہ اسی ایک شخص کا ہو کے رہتا ہے اس کی دنیا اس ایک شخص تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ سیّد عدیؔد محبوب سے محبت کا اظہار اپنے کلام کے ذریعے یوں کرتے ہیں:

ایک ہی شخص سے کرتا ہوں محبت میں عدیؔد
ایک ہی شخص پہ موقوف جہاں رہتا ہے (۲۲)

عشق کی دو صورتیں ہیں عشق حقیقی اور عشق مجازی۔ سیّد عدیؔد کی غزل میں عشق حقیقی و مجازی کا خوبصورت امتزاج نظر آتا ہے۔ عشق حقیقی کے ساتھ ساتھ عشق مجازی بھی ان کے جذبات و احساسات کی ترجمانی بخوبی کرتا ہے۔ عشق مجازی دراصل

ایک مرد کا عورت اور عورت کا مرد سے محبت کرنا ہے اور یہ محبت کسی بھی رشتے کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ ایک عاشق اپنے محبوب سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ اس حوالے سے ان کا ایک شعر:

اک نظر چہرے سے ہٹ کر نہیں دیکھا جاتا
اب کوئی تجھ سے ہو بڑھ کر نہیں دیکھا جاتا (۲۳)

عشق حقیقی دراصل اللہ تعالیٰ سے محبت کا نام ہے۔ عشق حقیقی میں محبوب کے وجود کا ہونا لازم نہیں۔ اللہ کی ذات ہی عشق حقیقی کی مترادف ہے۔ عشق حقیقی اور مجازی دونوں صورتوں میں محبوب کو اہم اور بنیادی مقام حاصل ہوتا ہے۔ سیّد عدیؔد عشق مجازی سے حقیقی کی طرف قدم رکھتے ہیں تو اپنے کلام میں عشق مجازی سے حقیقی کے سفر کو یوں بیان کرتے ہیں:

مری نماز عشق میں تری تلاش شرط ہے
میں سجدہ ریزی کیوں کروں جو روبرو خدا رہے (۲۴)

سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ میرے سجدے کی وجہ تلاشِ خدا ہے۔ اگر میرا خدا میرے سامنے ہوتا تو میں اس کے دیدار کے شوق میں سجدہ ریزی کو بھول جاتا۔ وہ اس شعر میں سجدے کو عشق حقیقی کی ابتدائی منزل قرار دیتے ہیں۔ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں ادب ہوتا ہے اور محبوب کی رضا یہ ہوتی ہے کہ سب کے سامنے اس کا نام نہ لیا جائے اور محبت کی پردہ داری قائم رہے۔ سیّد عدیؔد بھی محبوب کی پردہ داری قائم رکھتے ہوئے محبوب کی رضا میں راضی ہے اور محبوب کا نام نہ لینے کا عہد کچھ یوں کرتے ہیں:

تیری رضا ہماری محبت پہ فرض ہے
اچھا تو تیرا نام نہ لیں گے ہم آج سے (۲۵)

وہ اپنے محبوب کی رضا کے لیے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

آداب عشق سیکھنے آئے ہو تو سنو
تم چپ رہو کرے کوئی جو دوسرا گلے (۲۶)

وہ اپنے کلام میں آداب عشق کے تقاضے بھی سکھاتے ہیں اور کہتے ہیں محبوب کی ہر بات کو دلجمعی اور خاموشی سے سنو چاہے وہ گلے شکوے کیوں نہ کرے۔ یہ عشق کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر بات کو اہمیت دی جاتی ہے۔ سیّد عدیؔد نے اپنی غزلوں میں عہد حاضر کے انسانوں کی بے حسی کو بیان کیا ہے۔ ان کی غزلوں میں بے حسی کا مضمون جابجا نظر آتا ہے۔ نمونہ کلام:

کسی غریب کا دل توڑ دیتے ہیں اکثر
کئی امیر یہاں مسکرانے کی خاطر (۲۷)

وہ بے حس لوگوں کی سوچ پہ کڑھتے نظر آتے ہیں۔ غریب کی اس دنیا میں کوئی وقعت نہیں ہر کوئی اس کا مذاق بناتا ہے اور اسے اپنے سے کمتر سمجھ کر اس کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ امیر لوگ اپنے مفاد کے لیے غریبوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ غریب کے دل پہ کیا گزرے گی وہ اپنی زندگی کی رنگینیوں میں مگن رہتے ہیں۔ کہیں وہ اس بات پر ماتم کناں ہے کہ غریب فاقوں کی زندگی بسر کرتا ہے کوئی اس کا پرسان حال نہیں۔ بے حسی کے حوالے سے ایک اور شعر:

ایک بچہ کھڑا ایک دوکان پر
کتنی حسرت سے تکتا رہا ٹافیاں (۲۸)

سیّد عدیؔد عاجزی پہ یقین رکھتے ہیں کہ ایک عاجز انسان زندگی کے کسی بھی موڑ پر ہار نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ عاجزی کی صفت کو پسند کرتا ہے۔ وہ اپنے عاجز بندے کو کبھی بھی بے یارو مددگار نہیں چھوڑتا اور اگر انسان میں عاجزی نہ ہو تو وہ انسان کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ سیّد عدیؔد اپنے کلام میں اس بات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

گلوں کے بوجھ سے ٹوٹے گی آخر
ہر اک وہ شاخ جس میں خم نہ ہو گا (۲۹)

عاجزی کی مثال سیّد عدیؔد شاخ سے دیتے ہیں کہ جو شاخ جھکنا نہیں سیکھتی وہ ٹوٹ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو غرور اور تکبر سخت ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی عاجز بندوں کو پسند کرتا ہے۔ اگر انسان کے اندر عاجزی نہ ہو تو انسان ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جو جھکنا نہیں سیکھتا وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ سیّد عدیؔد نے یاد کے موضوع کو اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے کہیں وہ ماضی کو یاد کرتے نظر آتے ہیں، کہیں محبوب کے ساتھ گزارے ہوئے پلوں کو یاد کرتے ہیں۔ یادیں ان کے لیے سرمایۂ حیات ہیں۔ یاد ماضی کی بات کرتے ہوئے سیّد عدیؔد کہتے ہیں۔ نمونہ کلام:

بیتے لمحوں کی سبھی یادیں پلٹ کر آ گئیں
وقت جب میرے غموں کی داستاں کہنے لگا (۳۰)

وقت کے ساتھ ساتھ میرے سارے غم عیاں ہونے لگے ہیں۔ گزرے ہوئے وقت کی سبھی یادیں بار بار میرے دل کو پریشان کرتی ہیں۔

گئے دنوں کی مجھے یادیں آتی رہتی ہیں
وہ میرے ماضی کو پھر میرا حال کر جائے (۳۱)

دنیا میں کسی چیز کو دوام نہیں۔ فنا انسان کا مقدر ہے اور ربِ کائنات نے سارے نظام کی بنیاد ہی فنا پر رکھی ہے۔ ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ سیّد عدیؔد کی شاعری میں فنا کا تصور بھی بار بار ملتا ہے۔ نمونہ کلام:

ہر ایک شخص مسافر ہے اس زمانے میں
کسے خبر ہے کہ یہ راستہ کہاں نکلے (۳۲)

انسان اس دنیا میں مسافر ہے جسے خبر نہیں کب اس کا سفر ختم ہو جائے گا۔ اس دنیا میں انسان کا قیام عارضی ہے۔ کسی بھی لمحے اس کو بلاوا آ سکتا ہے۔ انسان کی زندگی کب ختم ہو جائے گی کچھ خبر نہیں۔ فنا کے حوالے سے ایک اور شعر میں کہتے ہیں:

سیّد عدیؔد زندگی سانسوں کا ہے شمار
چکر میں کیسے پڑ گئے تم ماہ و سال کے (۳۳)

پیکر تراشی، امیجری، سراپا نگاری کے بارے میں مختلف ناقدین نے اپنی آرا کا اظہار کیا ہے ان کے خیال میں امیج شاعری میں عین روح اور زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ سیّد عدیؔد کی شاعری میں بھی، پیکر تراشی کی روایت بدرجہ اتم موجود ہے وہ محبوب کے خدوخال کو بہت خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں گو کہ محبوب ایک چلتی پھرتی تصویر بن کے قاری کے سامنے آجاتا ہے۔ نمونۂ کلام:

مرمریں جسم ، تراشیدہ خطوط پیکر
آپ کے حسن کی تشکیل کہاں ہوتی ہے (۳۴)

کہیں سیّد عدیؔد محبوب کو پھولوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور کہیں چاند کو استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے محبوب کے حسن کی تعریف کرتے ہیں۔ پیکر تراشی کا موضوع سیّد عدیؔد کے کلام کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

میں اس کے چہرے کا ، زلفوں کا ذکر کرتا ہوں
چمن میں پھولوں کی ، خوشبو کی بات چلتی ہے (۳۵)

جہاں تک شعر و ادب کا تعلق ہے تو شاعر کا اشیاء و واقعات کے روشن پہلو دیکھنا اور مستقبل کے حوالے سے پر امید نقطہ نظر رکھنا رجائیت کہلاتا ہے اور ایسے شخص کو جس کے افکار میں رجائیت ہو، رجائی کہلاتا ہے۔ سیّد عدیؔد بھی رجائی انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہوتے۔ ان کا اس بات پہ کامل یقین ہے کہ ہر اندھیرے کے بعد روشنی ہے اور ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ یہ آس اور امید ہمت بندھاتی ہے۔ اس حوالے سے وہ کہتے ہیں:

بجھتی آنکھوں میں ضیا لوٹ کے آتی ہے
حبس کے بعد ہوا لوٹ کے آ جاتی ہے (۳۶)

نشیب و فراز زندگی کا حصہ ہیں۔ تکلیفیں اور آزمائشیں تو آتی رہتی ہیں۔ ان آزمائشوں اور تکلیفوں کے باوجود امید کا دامن تھامے رکھنا کہ یہ وقت گزر جائے گا، ہمت اور حوصلہ بڑھاتا ہے۔ سیّد عدیؔد کے ہاں امید کا پہلو پوری توانائی کے ساتھ موجود ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اندھیروں اور غموں کی رات چھٹ جائے گی جب خوشی کا سورج نکلے گا۔ نمونہ کلام:

وہاں سے ظلمت شب کو اجالا ملتا ہے
یہ شمس روز جہاں سے نکل کے آتا ہے (۳۷)

انھیں امید ہے کہ برا وقت ختم ہو جائے گا۔ جیسے ہر روز سورج نکل کر رات کے اندھیرے کو ختم کر دیتا ہے اسی طرح یہ اندھیری رات بھی چھٹ جائے گی۔ پس انسان کو اچھے وقت کی امید رکھنی چاہیے۔ جہاں تک شعر و ادب کا تعلق ہے اشیاء و واقعات کا تاریک پہلو دیکھنا زندگی کو ناقابل زیست قرار دینا اور مستقبل کے بارے میں یاس و نا امیدی کا شکار ہو جانا قنوطیت ہے۔ فلسفے کی دنیا میں قنوطیت کا سب سے بڑا مبلغ شوپن ہار ہے جس کے نزدیک زندگی شر ہے اور شکست انسان کا مقدر۔ شاعری میں قنوطیت کے موضوعات بہت سے شعرا کی شاعری میں ملتے ہیں۔ سیّد عدیؔد کی شاعری میں بھی قنوطیت کا موضوع ملتا ہے۔ وہ کہیں حالات کے نہ بدلنے پر مایوس نظر آتے ہیں اور کہیں وہ زندگی میں خوشی کے لمحات کے نہ ہونے پر ناامید نظر آتے ہیں اور کہیں خوابوں کے پورا نہ ہونے پہ مایوس نظر آتے ہیں اور کہیں محبوب کے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانے پہ مایوس ہیں۔ اس حوالے سے ان کے اشعار حسب ذیل ہیں جن میں وہ زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں اور انہیں اپنی زندگی میں ہر طرف اندھیرا ہی نظر آ رہا ہے اور امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ قنوطیت کے حوالے سے کلام ملاحظہ فرمائیں:

خزاں میں وقت کی گردش نے مجھ سے چھین لیے
وہ تنکے میں نے چنے تھے جو اپنے گھر کے لیے (۳۸)

وہ کہتے ہیں کہ وقت اور حالات میرے لیے ساز گار نہیں۔ ہر چیز جس کی مجھے خواہش ہے چھن گئی ہے اور یہ سب بدلتے ہوئے وقت کی کرامات ہیں کہ میں نے اپنا گھر بنانے کے لیے جو تنکے چنے تھے وہ بھی بکھر گئے ہیں۔ وہ زندگی سے اتنے مایوس ہو چکے ہیں کہ ان کو کچھ بھی بہتر ہوتا نظر نہیں آتا۔

درو دیوار پہ ظلمت کے ہیں گہرے سائے
اور اس وقت مرے گھر میں دیا کوئی نہیں (۳۹)

میرے بھر میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ میرے پاس اس اندھیرے کو ختم کرنے کے لیے کوئی روشنی نہیں جس سے اندھیرے کے گہرے سائے ختم ہو سکیں۔ وہ اپنی زندگی میں اتنے مایوس ہو چکے ہیں ان کو امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

جو پھول میں نے چنا ہے وہ پھول میرا نہیں
ہوا نگاہوں میں کانٹے چبھوتی جاتی ہے (۴۰)

سیّد عدیؔد ایک جہاں دیدہ شخص اور شاعر ہیں۔ وہ اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ درس و تدریس میں صرف کر رہے ہیں۔ ان کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے۔ ایسے میں ان کو بہت سے لوگوں سے ملنے کا تجربہ ہوا ہے۔ وہ لوگوں کو جیسا پاتے ہیں ویسا لکھ دیتے ہیں۔ منافقانہ رویہ کو سیّد عدیؔد سخت ناپسند کرتے ہیں۔ منافق لوگ آستین کے سانپ کی مثل ہوتے ہیں۔ وہ بظاہر تو آپ کے ساتھ بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے ہیں مگر حقیقت میں ان کا مقصد نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ اس بات کا اظہار وہ یوں اپنے کلام میں کرتے ہیں:

فطرت ہو جن کی ڈسنا بہر طور دوستو
وہ سانپ آستین میں ہرگز نہ پالیے (۴۱)
بڑے پیار سے پیش آتے ہیں سیّد
زمانے کو زیر و زبر کرنے والے (۴۲)

منافق لوگ وقت اور موقع کی مناسبت سے ہر ایک سے پیار و محبت سے پیش آتے ہیں اور اپنا کام نکلواتے ہیں۔

پہلے اس نے مجھ سے پوچھا کون ہے سیّد عدیؔد
اور پھر وہ خود کو میرا رازداں کہنے لگا (۴۳)

منافق لوگ بڑی ہوشیاری سے اپنا مطلب نکالنا جانتے ہیں۔ سیّد عدیؔد کہتے ہیں کہ اس منافق شخص نے پہلے مجھ سے پوچھا سیّد عدیؔد کون ہے؟ پھر میرا تعارف ہو جانے کے بعد خود کو میرا بہترین دوست اور رازدار کہنا شروع کر دیا۔ منافقت کے حوالے سے ایک اور شعر ملاحظہ کریں:

بس اک دعا ہے مری بارگاہ یزداں میں
دلوں میں بغض نہ ہو لب پہ تُو بہ تُو نہ رہے (۴۴)

سیّد عدیؔد منافق لوگوں سے سخت نفرت کرتے ہیں اور ہر وقت خدا کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ دلوں سے منافقت ختم ہو جائے اور تمام انسان اپنے آپس میں خلوص دل سے ایک دوسرے سے محبت کریں۔ سیّد عدیؔد ایک ماہر تعلیم ہیں۔ وہ تاریخ سے بھی اچھی خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کے حکومتی نظام سے بھی اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ ارد گرد کے حالات و واقعات پہ بھی

نظر رکھتے ہیں اور انصاف کرنے والوں کی بے انصافی کو بھی دیکھتے ہیں کہ کس طرح وہ غریب لوگوں پر امیر لوگوں کو ترجیح دیتے ہیں امیر ظالم ہو کر بھی بچ جاتا ہے اور غریب مظلوم ہو کر بھی انصاف کی بھیک مانگتا نظر آتا ہے۔ اس بات کو وہ اپنی شاعری میں بڑے دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں:

کہا منصف سے جب میں نے کہاں انصاف ملتا ہے
کہا مظلوم اب سیّد سر بازار روتے ہیں (۴۵)

کہیں پہ سیّد عدیؔد صیاد کے ظلم کی تصویر پیش کرتے ہیں کہ اسے کسی صورت بھی قید پرندوں کی رہائی منظور نہیں کہ وہ تازہ ہوا میں سانس لے سکیں۔ بظاہر تو وہ معاشرتی بے حسی کا اظہار کرتے ہیں کہ ہر کوئی کمزور کو دبانے کی کوشش کرتا ہے چاہے وہ انسان ہو یا صیاد۔ اس بات کو سیّد عدیؔد نے اپنی شاعری میں یوں بیان کیا ہے:

صیاد کو منظور نہیں ہے کسی قیمت پر
محبوس پرندوں کی بھی قسمت میں ہوا ہوتی (۴۶)

سیّد عدیؔد کا تعلق سیّد گھرانے سے ہے۔ اس نسبت سے ان کے اندر ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ اپنے گھر سے کسی سائل کو خالی ہاتھ جانے نہیں دیتے۔ ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ان کی شاعری میں بھی ایثار کا جذبہ جابجا نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں جذبہ ایثار کی مثال کے حوالے سے یہ شعر ملاحظہ کریں:

اک آرزو ہے گھر کو مکمل کریں عدیؔد
پھر چھوڑ دیں کسی کے لیے گھر لگا ہوا (۴۷)

میری خواہش ہے کہ میں ایک گھر بناؤں اور پھر اس گھر کو کسی ضرورت مند اور لاچار کے حوالے کر دوں تاکہ وہ اپنی زندگی آرام و سکون سے گزار سکے۔ کہیں سیّد عدیؔد اپنے محبوب کے لیے قربانی کا جذبہ رکھتا ہے اور اس پر ہر چیز وار دینے کو تیار ہے۔ وہ اپنے محبوب سے محبت میں اس قدر آگے نکل چکا ہے کہ وہ اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہے۔ اس حوالے سے ایک شعر ملاحظہ ہو:

شاعری تو اک سبب ہے پیار کے اظہار کا
تم کہو تو ہم یہ طرز شاعرانہ چھوڑ دیں (۴۸)

تخلیق کار کے لیے الفاظ کا چناؤ ایک مشکل امر ہے۔ ایک تخلیق کار سہولت پسندی کو نظر انداز کرتے ہوئے عام روش سے ہٹ کر ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جس سے اس کی انفرادیت برقرار رہے اور نظریے کا اظہار بھی اس طریق سے ہو جائے کہ تخلیق کی جمالیات بھی متاثر نہ ہو۔ موضوع کی مناسبت سے سیّد عدیؔد نے الفاظ کا چناؤ خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ سیّد عدیؔد کے کلام میں محبت کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں محبت کے مضامین پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ وہ اپنے کلام میں بتاتے ہیں کہ محبت طاقت ہے۔ وہ کہیں محبت کو زندگی کا جزو لازم قرار دیتے ہیں اور کہیں وہ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ محبت کے بغیر انسان ادھورا ہے۔ سیّد عدیؔد محبت کو عبادت کا درجہ قرار دیتے ہیں ان کی نظر میں محبت عبادت کی روح ہے اور اسی سے ہی کائنات کا نظام چلتا ہے۔ جب ایک انسان کسی سے محبت کر بیٹھتا ہے تو وہ دنیا کی رنگینیوں کو چھوڑ کر اپنے محبوب کو ہی سب کچھ مان لیتا ہے۔ انسانی

فطرت بھی ہے کہ انسان جس ہستی سے محبت کرتا ہے اس کے دور جانے یا اسے کھونے سے بے پناہ ڈرتا ہے اور اسے محبوب کے سوا کوئی بھی اچھا نہیں لگتا۔

سیّد عدیؔد عشق آشنا مزاج رکھتے ہیں۔ ان کی تجسس آمیز نگاہیں حسن و محبت، رنگینی و رعنائی اور تازگی و توانائی کی متلاشی رہتی ہیں۔ اردو شاعری میں جہاں تک حسن و عشق کے موضوعات کا تعلق ہے یہ ہماری شاعری میں کثرت سے موجود ہیں لیکن سیّد عدیؔد نے حسن کے موضوع کے مختلف پہلوؤں کو نفسیاتی حقیقتوں کے آئینے میں اس طرح اجاگر کیا ہے کہ ان کا انداز بیان دلکش لگتا ہے۔ سیّد عدیؔد کے کلام میں رومانوی فضا ان کے احساس جمال کی ترجمان ہے۔ سیّد عدیؔد کے کلام میں حسن کو سراہنے اور اس سے متاثر ہونے کی حس جمال بہت نمایاں ہے اور ساتھ ہی اس میں جسمانی قربت کا بھی ایک قرینہ موجود ہے سیّد عدیؔد کا کلام اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ شاعر کا کسی کو دیکھنے کا ایک عام سا تجربہ ہے لیکن اس کے اندر بڑی گہری رومانوی تہہ داری ہے کہ دیکھنے والی آنکھیں ارمانوں بھری ہیں اور وہ بے اختیار اس کے چہرے، ہونٹ، آنکھوں، زلفوں کی تعریف کیے بنا نہیں رہ پاتیں۔

سیّد عدیؔد کی شاعری میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ عشق حقیقی دراصل اللہ تعالیٰ سے محبت کا نام ہے۔ اللہ کی ذات ہی عشق حقیقی کی مترادف ہے تاہم عشق حقیقی اور مجازی دونوں صورتوں میں محبوب کو اہم اور بنیادی مقام حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنے کلام میں عشق حقیقی کا درس دیتے ہیں۔ انسانی زندگی مختصر ہے۔ ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت ایک الم ناک سچائی ہے جو انسانی زندگی میں اپنی عالم گیر اثریت کے حوالے سے ہمیشہ تخلیق کاروں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی رہی ہے۔ زندگی کی بے ثباتی کا موضوع شعراء کی خاص توجہ کا مرکز رہا ہے۔ یہ اس لیے بھی ہے کہ یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار کی کوئی صورت ہی نہیں۔ گزرتا ہوا ہر لمحہ ہمیں اپنی بے ثباتی کا احساس دلاتا ہے۔ زندگی کی تمام چمک دمک فنا پذیری کی طرف رواں دواں ہے۔ سیّد عدیؔد نے بھی اپنی شاعری میں بے ثباتی کو موضوع سخن بنایا ہے۔

ایک اچھا ادیب اور شاعر اپنے سماج کا نباض ہوتا ہے وہ سماجی امراض کی تشخیص میں بلا کا ماہر ہوتا ہے۔ سیّد عدیؔد سماجی مسائل کا گہرا ادراک رکھتا ہے۔ سماجی مسائل معاشی بدحالی سے جنم لیتے ہیں۔ سیّد عدیؔد ملک کی معاشی بدحالی کا ذمہ دار بدکردار، مفاد پرست اور خود غرض سیاست دانوں کو قرار دیتے ہیں۔ سیّد عدیؔد بلاشبہ سچا فنکار ہے وہ اپنے اور اپنے جیسے لوگوں کے مسائل بیان کرنے میں حق بجانب ہے۔ جو سچ ہے وہ کہہ دیتا ہے۔ بہت کم لوگوں میں سچ کہنے کی ہمت ہوتی ہے۔ اس کے کلام میں سماجی بے حسی اور سماجی و اجتماعی احساس کی کمی کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شمیم احمد، اُردو شاعری کا فن ارتقا، از، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، لاہور، زاہد پرنٹرز، ۱۹۷۷ء، ص: ۸۴

۲۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر، جدید اردو غزل، لاہور، یونیورس بک، ۱۹۸۹ء، ص: ۲۳

۳۔ فوزیہ اشرف، مشمولہ، ساتھ تمہارا اگر ملے، سیالکوٹ، القلم پبلیکیشنز، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۰

۴۔ انور سدید، شام کا سورج، لاہور، مکتبہ فکر و خیال، جنوری ۱۹۸۹ء، ص: ۶۰۶

۵۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، سیالکوٹ، پبلیکیشنز، جنوری ۲۰۰۰ء، ص: ۲۲

۶۔ ایضاً

۷۔ عدیؔد، سیّد، وفائیں ساتھ رہتی ہیں، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، ۱۹۹۶ء، ص:۱۶

۸۔ عدیؔد، سیّد، ساتھ تمہارا اگر ملے، ص:۹۲

۹۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۱۱۴

۱۰۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء، ص:۸۴

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۵۳

۱۲۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، ص:۲۳

۱۳۔ عدیؔد، سیّد، وفائیں ساتھ رہتی ہیں، ص:۵

۱۴۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۹۹

۱۵۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، ص:۱۰۰

۱۶۔ عدیؔد، سیّد، فریب دے کر چلا گیا' سیالکوٹ، پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء، ص:۸

۱۷۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۱۶۸

۱۸۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۵۷

۱۹۔ عدیؔد، سیّد، گردش، ص:۴۹

۲۰۔ عدیؔد، سیّد، ساتھ تمہارا اگر ملے، ص:۱۴۳

۲۱۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، ص:۵۴

۲۲۔ عدیؔد، سیّد، ساتھ تمہارا اگر ملے، ص:۱۱۳

۲۳۔ عدیؔد، سیّد، تیرے بن زندگی، المراد، پبلیکیشنز، سیالکوٹ، ۲۰۱۰ء، ص:۱۵۱

۲۴۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، ص:۶۳

۲۵۔ ایضاً، ص:۳۵

۲۶۔ ایضاً، ص:۷۲

۲۷۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، ص:۴۰

۲۸۔ عدیؔد، سیّد، فریب دے کر چلا گیا، ص:۱۲۱

۲۹۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۵۷

۳۰۔ ایضاً، ص:۳۹

۳۱۔ عدیؔد، سیّد، تیرے بن زندگی، ص:۹۵

۳۲۔ عدیؔد، سیّد، ساتھ تمہارا اگر ملے، ص:۵۰

۳۳۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۱۳۶

۳۴۔ 1 عدیؔد، سیّد، ساتھ تمہارا اگر ملے، ص:۱۴۵

۳۵۔ ایضاً، ص:۱۴۳

۳۶۔ عدیؔد، سیّد، ساتھ تمہارا اگر ملے، ص:۱۲۶

۳۷۔ عدیؔد، سیّد، تیرے بن زندگی، ص:۷۸

۳۸۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۱۶۷

۳۹۔ عدیؔد، سیّد، ساتھ تمہارا اگر ملے، ص:۶۲

۴۰۔ ایضاً، ص:۱۴۱

۴۱۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، ص:۱۱۷

۴۲۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۱۴۴

۴۳۔ ایضاً، ص:۳۹

۴۴۔ ایضاً، ص:۱۵۱

۴۵۔ عدیؔد، سیّد، فریب دے کر چلا گیا، ص:۶۶

۴۶۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۱۵۴

۴۷۔ عدیؔد، سیّد، پیار بے اختیار ہوتا ہے، ص:۳۵

۴۸۔ عدیؔد، سیّد، محبتوں میں حساب کیسا، ص:۶۱

References in Roman Script:

1. Shamim Ahmed,Urdu Shairi ka Fun awr irtqa,az Dr. Farman Fateh Puri, Lahore, Zahid Printers, 1977, p.84
2. Moinur Rahman, Dr., Jadid Urdu Ghazal, Lahore, Universal Book, 1989, p. 23.
3. Fozia Ashraf, Mashmula, Saath Tumhara agar Milay, Sialkot, Al-Qalam Publications, 2005, p:20
4. Anwar Sadeed, Sham Ka Suraj, Lahore,Maktaba Fokr-o-Khyal, January 1989, p:606
5. Adeed, Syed,Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, Sialkot, Publications, January 2000, p:22
6. Also
7. Adeed, Syed, Wafain Sath Rehti hen, Lahore, Al-Hamad Publications, 1996, p. 16.
8. Adeed, Syed, Saath Tumhara agar Milay, p.: 92
9. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 114
10. Adeed, Syed,Mohabton Mien Hisab Kaisa, Lahore, Alhamd Publications, 1998, p.84
11. Ibid, p: 153
12. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 23
13. Adeed, Syed, Wafain Sath Rehti hen, p. 5
14. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p.: 99
15. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 100
16. Adeed, Syed,Faraib De Kar Chakar Chala Giya, Sialkot, Publications, 1998, p.8.
17. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 168
18. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 57
19. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 49

20. Adeed, Syed, Saath Tumhara agar Milay, p.: 143
21. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 54
22. Adeed, Syed, Saath Tumhara agar Milay, p.: 113
23. Adeed, Syed, Tere Bin Zindah, Al Murad, Publications, Sia Lakot, 2010, p:151
24. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 63
25. Ibid, p: 35
26. Ibid, p: 72
27. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 40
28. Adeed, Syed, Faraib De Kar Chakar Chala Giya, p.: 121
29. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 57
30. Ibid, p: 39
31. Adeed, Syed, Tere Bin Zindagi, p. 95
32. Adeed, Syed, Saath Tumhara agar Milay, p.: 50
33. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p.: 136
34. 1 Adeed, Syed, with yours if met, p.: 145
35. Ibid, p: 143
36. Adeed, Syed, Saath Tumhara agar Milay, p.: 126
37. Adeed, Sayyid, Tere bin Zindagi, p.78
28. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 167
39. Adeed, Syed, Saath Tumhara agar Milay, p.: 62
40. Ibid, p: 141
41. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 117
42. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 144
43. Ibid, p: 39
44. Ibid, p: 151
45. Adeed, Syed, Faraib De Kar Chakar Chala Giya, p.: 66
46. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 154
47. Adeed, Syed, Pyar Be Ikhtyar Hota Hai, p. 35
48. Adeed, Syed, Mohabton Mien Hisab Kaisa, p.: 61